شاہ ولی اللہ اور اُن کی تحریک

مولانا عبیداللہ سندھی رح

مولانا سندھی رح ۱۹۳۹ء میں واپس وطن آئے۔ سنہ ۱۹۴۰ء میں آپ نے ماہنامہ "الفرقان" بریلی کے "شاہ ولی اللہ نمبر" میں "امام ولی اللہ کی حکمت کا اجمالی تعارف" کے عنوان سے ایک مبسوط مقالہ لکھا۔ اس کے بعد ۱۹۴۲ء میں مولانا مرحوم نے حزب ولی اللہ کی سیاسی تحریک پر ایک مستقل کتاب مرتب کروائی۔ اس آخرالذکر کتاب پر بڑا ہنگامہ ہوا اور اس کے خلاف بہت کچھ لکھا گیا۔ ماہنامہ "برہان" دہلی بابت سنہ ۱۹۴۳ء میں مولانا سندھی رح نے بڑی تفصیل سے اپنے نقطۂ نظر کی دوبارہ وضاحت فرمائی اور بتایا کہ حضرت شاہ ولی اللہ کی فکری اور سیاسی تحریک سے ان کا کیا مقصود ہے۔ ان صفحات میں مولانا مرحوم کا یہ طویل مضمون تھوڑے سے اختصار کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔ (قاسمی)

ہمارے دوست عام طور پر جانتے ہیں کہ جب سے ہم ہند میں واپس آئے ہم نے کسی سیاسی جماعت سے پورے اشتراک کا کبھی ارادہ نہیں کیا، بلکہ ایک ایسے فکر کی دعوت دیتے رہے جو ملک کی عام ذہنیت سے بہت دور ہے، ہمارا دعویٰ ہے کہ جو پارٹی امام ولی اللہ کی فلاسفی پر بنے گی وہی ہماری وطنی ملی ضرورتیں پوری کرے گی، ہمارا یہ فکر اور زمانہ کی وہ فضا کہ اہل علم بھی نہیں جانتے کہ امام ولی اللہ واقعی فلاسفر تھے، یا انہوں نے کوئی ایسا سیاسی تخیل پیدا کیا ہے، جو آج جمہور کے ترقی کن طبقہ کے مزاج سے سازگار ہو سکتا ہے۔

آخر میں مفکرین کا ایک خاص حلقہ سنجیدگی سے ادھر متوجہ ہوا، وہ سمجھنا چاہتے ہیں کہ ہندبیبر اعظم میں اگر ایک ایسی سوسائٹی جو خاص فکر لے کر پیدا ہوتی ہے اور تخمیناً سات سو سال کی جدوجہد سے اپنے

عالمگیر ترقی کا پروگرام بنالیتی ہے کیا اس عظیم الشان جماعت کی تمام ضرورتیں کسی ایسی نیشنل پارٹی کی تشکیل سے پوری ہو سکتی ہیں، جو امام ولی اللہ کے فلسفہ اور سیاست سے اساسی تعلق رکھتی ہو۔

ان کے افکار میں ہلکا سا تموج پیدا کرنے کے لئے ہم نے پہلے امام ولی اللہ کی حکمت کا اجمالی تعارف کرایا اس کے بعد ان کی سیاست کا۔ ہم امام ولی اللہ کو الٰہیات میں اور اقتصادیات میں ایک مستقل امام فرض کر کے مضامین لکھتے ہیں۔

پہلے رسالہ میں بھی اگرچہ بعض خیالات نئے تھے مگر انہیں نا قابل برداشت نہیں سمجھا گیا، البتہ دوسرے رسالہ میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس میں مختلف جماعتوں کے لئے مزاحمت کا کافی سامان موجود ہے۔

جس قدر احزاب پہلے سے امام ولی اللہ کی طرف منسوب ہیں یا جس قدر جماعتیں ان کی مخالف تحریکوں کو چلاتی ہیں اور اپنے تفوق کا دعویٰ بھی رکھتی ہیں ان کے افکار سے اس رسالہ میں تعرض نہ کرنا ممکن ہی نہ تھا اس لئے نسبتاً اس پر زیادہ توجہ ہو رہی ہے۔

ہمارے بعض دوستوں نے مشورہ دیا تھا کہ اس سیاسی رسالہ میں بہت سے نئے خیالات ہیں ہم جلدی نہ کریں، اہل علم کو سوچنے کا موقعہ دیں۔ اس لئے سال بھر ہم خاموش رہے اس عرصہ میں ہم نے ایک نیا رسالہ مرتب کیا ہے جس میں امام ولی اللہ کی تصانیف سے مختلف فوائد بغیر کسی حاشیہ آرائی کے جمع کر دیئے ہیں اس کے شائع ہونے پر اہل علم کے لئے غور کرنے میں آسانی ہوگی، لیکن بعض عزیز دوستوں کا تقاضا ہے کہ ہم اس موضوع پر ایک مقالہ ضرور لکھیں جس سے بعض غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی، اس لئے مناظرہ یا مجادلہ سے بچکر اپنے مطالب کی توضیح کے لئے ہم نے یہ تبصرہ تیار کر دیا ہے، اگر اس طرح ہم بعض دوستوں کے ذہنی انتشار کو کم کر سکتے ہیں تو ہم اسے خدا کا خاص فضل سمجھیں گے، واللہ ہو المستعان۔

حکیم الہند امام ولی اللہ الدہلوی

چونکہ عقلی اجتماعی اصول پر تاریخ ہند کا مطالعہ کرنے میں ہم کسی مورخ کو امام نہیں مانتے، اس لئے ہمارے لئے ضروری ہے کہ جس فلسفہ کا ہم تعارف کراتے ہیں، اس کی ماہیت، اور جس زمین اور زمان سے ہم اسے ربط دیتے ہیں، اس کے متعلق اپنا طرز تفکر صراحتاً بیان کر دیں، تاکہ ہمارا نظریہ سمجھنے میں اصطلاحی اختلاف سے غلط فہمی نہ ہو سکے۔

(الف) جب انسانیت کا ایک حصہ کسی بڑے قطعہ زمین میں لمبی مدت تک مل جل کر رہتا ہے

اور قدرت الٰہیہ اس کی طبعی ترقی کے ساتھ عقلی اور اخلاقی بلندی کا سامان بھی بہم پہنچاتی ہے یعنی اس میں انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے ساتھ اصلح سلاطین اور حکام بھی پیدا ہوتے ہیں۔ یا حکماء اور شعراء کے ساتھ عدالت شعار بادشاہ اور بلند ہمت سپاہی برسرکار آتے ہیں، اس طرح وہ بڑی قوم ترقی کے تمام مدارج طے کرتی ہے۔ اپنی حکومت کا نظام بناتی ہے، جس سے ظلم کی بیخ کنی ہو، شہر بساتی ہے، علم وہنر پھیلاتی ہے، جس سے رفاہیت عامہ کا سامان بہم پہنچتا ہے، اس کی ہمسایہ قومیں اس کی رفاقت اور سرپرستی میں اپنی فلاح سمجھتی ہیں، اگر اس کی اجتماعی تاریخ کو انسانیت کے عام پسند عقلی افکار واخلاق پر مرتب کیا جائے تو اسے حکمت الادیان یا فلسفہ تاریخ کہا جائے گا۔

(ب) ہم ہند کی اسلامی تاریخ کا مطالعہ مسیحی تاریخ کے دوسرے ہزارہ سے شروع کرتے ہیں سنہ ۱۰۰۱ء میں سلطان محمود غزنوی نے ہند کا مشہور قلعہ "ہنڈ" فتح کیا اور لاہور کے ہندو راجہ کے نومسلم نواسہ کو اس کا حاکم بنایا جس طرح امیر المومنین فاروق اعظم نے مدائن فتح کرکے سلمانؓ فارسی کو اس کا پہلا حاکم بنایا تھا۔

(ج) ہنڈ دریائے سندھ کے مغربی کنارہ پر اٹک کے قریب واقع ہے، اس سرزمین کے عام باشندے پشتو بولتے ہیں، پشتان یا پٹھان ہندوکش سے بحر عرب تک ہند کے شمال مغربی پہاڑوں اور میدانوں میں پھیلے ہوئے ہیں کابل، غزنی، قندھار، پشاور، کوئٹہ اس کے مشہور شہر ہیں چونکہ علمی تحقیق سے ثابت ہو چکا ہے کہ پشتو بھی کشمیری پنجابی، سندھی کی طرح سنسکرت کی شاخ ہے۔ اس لئے ہم اس قوم کو ہندوستانی اقوام میں شمار کرتے ہیں، اس قوم نے دوابہ گنگ وجمن میں ایک وسیع خطہ کو اپنا وطن (روہیل کھنڈ) بنایا ہے۔

(۲) سلطان محمود غزنوی سے شروع کرکے امیر تیمور کے حملہ تک ہم ہندوستانی تاریخ کا پہلا دور مانتے ہیں اور امیر تیمور سے بہادر شاہ تک دوسرا دور، دوسرے دور میں عالمگیر کے بعد تنزل شروع ہوا، عموماً تنزل شروع ہونے کے بعد ہی قوموں کا فلسفہ متعین ہوتا ہے، ہمارے امام الائمہ بھی اسی عہد کے امام الانقلاب ہیں۔

(الف) کسی عقلی یا مذہبی تحریک کو کسی خطۂ زمین کی طرف منسوب کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کا مرکز اس سرزمین میں ہو اس لئے ہند کے اسلامی دور میں ہم مسلمانان ہند کی کسی تحریک کو اس وقت

تک ہندوستانیت سے موصوف نہیں بنا سکتے، جب تک اس کا مرکز ہند میں پیدا نہ ہو چکا ہو۔

(ب) امیر المومنین عثمانؓ کے زمانہ میں کابل فتح ہوا اور ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں سندھ فتح ہوا مگر اسے ہم خلافت عربیہ کا ایک حصہ مانتے ہیں، یہاں ہندوستانیت کا ذکر نہیں ہو سکتا۔

(ج) سلطان محمود غزنوی نے اسلام کے لئے ہندوستانی مرکز کی بنیاد قائم کر دی۔ وہ انہلواڑہ میں اپنا مرکز حکومت منتقل کرنا چاہتے تھے، خلیفۃ المسلمین نے سقوط بغداد سے تھوڑا عرصہ پہلے دہلی کے حکمران کو سلطانی اختیارات استعمال کرنے کی اجازت دی، گویا خلافت اسلامیہ کے اندر ہندوستانی مسلمانوں کا اپنا مرکز بن گیا، اس دور کے اخیر تک سلاطین دہلی اسلامی خلافت سے کم و بیش تعلق رکھتے رہے ہیں

۳۔ امیر تیمور کے حملہ کے بعد ہندوستانی مرکز بیرونی تعلق سے آزاد ہو گیا، سکندر لودھی نے غالباً پہلی متنقل حکومت بنائی، اس نے آگرہ بسایا ہندوؤں کو فارسی پڑھا کر دفتروں کے کام میں دخیل بنایا، اس کے بعد شیر شاہ نے مالی انتظام ہندوؤں کے سپرد کیا ہے اکبر نے درجہ تکمیل تک پہنچایا ہے۔ ہم جلال الدین اکبر کو ہندوستانیت کا موسس نہیں مانتے۔

(الف) اکبر مذہبی عالم نہیں تھا، علماء اس کے ساتھ اخیر تک مشیر رہے، ان کی رہنمائی سے اگر اس نے غلطیاں کی ہیں تو اثم علیٰ من افتٰہ ہم تو یہ جانتے ہیں کہ اگر اکبر نہ ہوتا تو عالمگیر جیسا مسلمان بادشاہ ہند کو نصیب نہ ہوتا، جس کی نظیر دنیا کے شاہی نظام میں نہیں ملتی ہم عالمگیر کی ہی برکت مانتے ہیں کہ امام امام ولی اللہ جیسا حکیم ہند میں پیدا ہوا۔

(ب) امام ربانی شیخ احمد سرہندی اکبری دربار کی اصلاح کرتے رہے، اس میں وہ پورے کامیاب ہوئے آخر میں جہانگیر ان کا اتباع کرنے لگا جس کا نتیجۃً نکلا کہ شاہجہاں امام ربانی کے پسندیدہ طریقہ پر حکومت چلاتا رہا، اس کے ہوتے ہوئے ہم جانتے ہیں کہ شاہجہاں کا دربار انسانیت عامہ کو اسلام کا مرکز نہیں بنا سکا۔

(ج) ہمارا دعویٰ ہے کہ امام ولی اللہ شاہجہانی سلطنت سے بہترین نظام کی دعوت دیتے ہیں گویا جس کام کی ابتدا امام ربانی سے ہوئی اس کی تکمیل اللہ تعالےٰ نے امام ولی اللہ کی معرفت کرائی۔ اس طرح ہم امام ولی اللہ کو خاتم الحکماء مانتے ہیں۔

(د) امام ولی اللہ نے اپنے مختلف الہامات کا ذکر کیا ہے ہم ان میں سے ایک حصہ کو خاص ترتیب

سے لکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(الف) امام ولی اللہ دعویٰ کرتے ہیں کہ خدا نے ہمیں ایسی تحریک کا امام بنایا ہے جس کا عنوان ہے "فک کل نظام" (فیوض الحرمین) کیا یہ انقلاب نہیں ہے۔

(ب) امام ولی اللہ نے دعویٰ کیا ہے کہ اگر ہماری تحریک فوراً کامیاب ہوجاتی تو امام کا خروج اور مسیح کا نزول متاخر ہوجاتا مگر وہ آہستہ آہستہ اپنا اثر دکھلائے گی (تفہیمات) کیا یہ انقلابی پروگرام اس بڑے انقلاب کا قائم مقام نہیں ہے جس کے لئے مسلمانوں کے ساتھ یہود و نصاریٰ بھی صدیوں سے انتظار کر رہے ہیں۔

(ج) امام ولی اللہ نے دعویٰ کیا ہے کہ ہماری اولاد کے پہلے طبقہ میں علم حدیث پھیلے گا اور دوسرے طبقہ میں علم حکمت کی اشاعت ہوگی (تفہیمات) کیا امام عبدالعزیز سے حدیث کا شیوع نہیں ہوا۔ کیا مولانا رفیع الدین کی تکمیل الاذہان اور مولانا محمد اسمٰعیل شہید کی عبقات نے حکمت کا نیا اسکول نہیں قائم کردیا۔

(د) امام ولی اللہ نے دعویٰ کیا ہے کہ ہماری بیٹیوں کی اولاد سے افراد پیدا ہوں گے جو ہمارے بیٹوں کے بعد ہمارا کام مکہ معظمہ میں بیٹھ کر کریں گے (قول جلی بحوالہ اتحاف النبلا) کیا الصدر الحمید مولانا محمد اسحٰق اور الصدر الحمید مولانا محمد یعقوب اس کا مصداق پیدا نہیں ہوتے۔

(ہ) امام ولی اللہ نے فیوض الحرمین میں خلافت کی دو قسمیں بتائیں۔ خلافت ظاہرہ، خلافت باطنہ

(الف) خلافت باطنہ میں امام ولی اللہ حکومت کا وہ درجہ شامل مانتے ہیں جو تعلیم اور دعوت کے زور سے پیدا ہوتی ہے، امام ولی اللہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس قسم کی حکومت اسلام نے قرآن عظیم کی دعوت کی تنظیم سے مکہ معظمہ میں پیدا کرلی تھی، اس کا ذکر فتح الرحمٰن میں سورہ رعد کے آخر میں اور فیوض الحرمین میں موجود ہے۔

(ب) امام ولی اللہ خلافت ظاہرہ کے لئے محاربہ ضروری قرار دیتے ہیں، ملک کا خراج بزور وصول کرکے مستحقین کو پہنچانا، مصارف عامہ میں خرچ کرنا اور عدالت کا نظام بزور قائم کرکے مظلومین کی حمایت کرنا اس کی اہم اجزاء ہیں وغیرہ وغیرہ یہ خلافت اسلام کے مدنی دور میں پیدا ہوئی۔

(ج) قول جمیل اور فیوض الحرمین بار بار پڑھنے سے یہی سمجھ میں آتا ہے۔ امام ولی اللہ اپنے خاندان میں تصوف کا سلسلہ اس لئے قائم کرتے ہیں کہ وہ خلافت باطنہ کے قیام کا وسیلہ بن جائے۔ مولانا شہیدؒ جب امیر شہیدؒ کی فوجی طاقت کا ان کے معاندین سے مقابلہ کرتے ہیں تو امیر شہید کے مبایعین کو سپاہی کا درجہ دیتے ہیں۔ یہ اسی اصطلاح پر منطبق ہو سکتا ہے۔

(د) ہم نے یورپین انقلابی پارٹیوں کے نظام کا کافی مطالعہ کیا ہے۔ اس سے ہمارے دماغ میں سیاسی پروگرام بنانے اور سمجھنے کا ملکہ پیدا ہو گیا ہے۔ ہم اگر امام ولی اللہ کی خلافت باطنہ کے فکر کو آج کے سیاست دانوں کے سامنے پیش کریں گے تو اسے انقلابی پارٹی کا نام دیں گے جو عدم تشدد (نان وائیلنس) کی پابند ہو۔

۶۔ امام ولی اللہ نے دعویٰ کیا ہے کہ خدا نے انہیں یوسف علیہ السلام کے قدم پر چلنے کے لئے مفطور کیا ہے۔

(الف) یعنی وہ امت محمدیہ میں وہی کام کریں گے جو یوسف علیہ السلام ملت اسرائیلیہ میں کر چکے ہیں۔

(ب) ہم جانتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام نے ایک غیر اسرائیلی بادشاہ سے اختیارات حاصل کر کے اولاد یعقوب کی حکومت کا اساس قائم کر دیا تھا۔ اسی یوسفی حکومت کی ایک برکت ہے کہ بنی اسرائیل کو اپنی حکومت قائم کرنے کے لئے طیار کر گئی۔

(ج) ہمارا خیال ہے کہ امام ولی اللہؒ اپنے زمانہ میں دہلی کے بادشاہوں کو کسریٰ اور قیصر کا نمونہ جانتے تھے اس لئے ان کے سارے نظام کو بدلنا اپنا نصب العین بتلاتے رہے مگر عملی پروگرام فقط داخلی انقلاب سے شروع کیا تھا۔ وہ امراء سلطنت میں اپنا فکر پھیلا کر نظام سلطنت درست کرنا چاہتے تھے۔

(د) نجیب آباد کا مدرسہ اسی لئے حکمت الامام ولی اللہ کی درس گاہ بن گیا تھا۔ مرہٹوں کی شورش کو وہ احمد شاہ کے ذریعہ سے ختم کرا دیتے ہیں۔ جن حضرات نے ہماری طرح امام ولی اللہ کی تحریک کا مطالعہ نہیں کیا جب وہ دیکھتے ہیں کہ امام ولی اللہ سلطانی اختیارات میں تبدیلی کی کوئی کوشش نہیں کرتے تو انہیں امام الانقلاب ماننے میں تامل کرتے ہیں۔

(۷) امام ولی اللہ خیر القرون کو شہادت عثمانؓ تک جو بعثت سے ۴۸ سال بعد واقع ہوئی محدود

کر دیتے ہیں (ازالۃ الخفاء)

(الف) اسی زمانہ کو وہ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ کا مصداق قرار دیتے ہیں۔ ازالۃ الخفاء کے ابتدائی مباحث میں اس آیت کی تفسیر پورے غور سے پڑھنی چاہیئے۔ امام ولی اللہ کی حکمت کا یہ مرکزی مسئلہ ہے۔

(ب) امام ولی اللہ اس دور کے علمی و عملی کارنامے مسلمانوں کے مشورہ اور اتفاق سے جاری مانتے ہیں۔ (یہ فکر شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی کتابوں میں بھی ملتا ہے) اسی زمانہ کو وہ نزول قرآن کے مقاصد کا نمونہ مانتے ہیں۔

(ج) امام ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں اس دور کو انسان کی نیچرل ترقی کا آخری درجہ ثابت کرتے ہیں۔ باب الحاجۃ الی دین ینسخ الادیان غور سے پڑھنا چاہیئے۔

(د) ہمارا خیال ہے کہ اس دور کی علمی اور عملی تاریخ جس قدر امام ولی اللہ نے ضبط کر دی ہے وہ ہیں کسی مصنف کی کتاب میں نہیں ملتی اسی لئے ہم ولی اللہ کی کتابیں بیت الحکمۃ میں پڑھانا چاہتے ہیں

(ہ) ہم سمجھتے ہیں کہ امام ولی اللہ قرآن عظیم کی اس علمی اور عملی تعلیم کو انسانیت عامہ کے لئے انٹرنیشنل انقلابی پروگرام مانتے ہیں اس لئے ہم اس دور میں انہیں اپنا امام مانتے ہیں۔

(و) اگر کیپٹل کے مصنفین کو انقلاب کا باپ مانا جاتا ہے تو جس حکیم نے خیر القرون کی انقلابی تاریخ کو ہند کی علمی زبان میں عام عقلی اصول کے مطابق بنا کر ضبط کر دیا ہے اسے امام الانقلاب ماننا محض خوش اعتقادی پر مبنی نہیں سمجھا جائے گا۔ جب کہ اس نے یوسف علیہ السلام کی طرح انقلاب کا راستہ بھی صاف کر دیا ہو۔" خطبہ محمودیہ"

(۸) امام ولی اللہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہند کے مسلمانوں سے اپنی حکومت قائم کرنے کی طاقت اس وقت افاغنہ کی طرف منتقل ہو چکی ہے۔ (خیر کثیر) ہم جانتے ہیں کہ افاغنہ بھی ہندوستانی اقوام میں سے ایک قوم ہے۔ جس میں ایرانی ترکی اسرائیلی عربی قبائل مخلوط ہو چکے ہیں۔

(الف) ہمارا خیال ہے کہ اسی غرض سے امام عبدالعزیز اپنی انقلابی پارٹی کو افغانوں سے ملانا ضروری سمجھتے ہیں۔ امام عبدالعزیز کے آخری کاموں کا مرکز الامیر الشہید اور مولانا عبدالحی اور مولانا محمد اسمٰعیل کا اجتماع تھا۔ ان کے لئے افغانستان کی ہجرت کا فیصلہ امام عبدالعزیز نے

کیا تھا اگرچہ عمل ان کی وفات کے بعد شروع ہوا۔

(ب) ہمیں معلوم ہے کہ مولانا محمد قاسم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی طور پر معلوم ہوا تھا کہ افغانوں کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔

(ج) مدرسہ دیوبند اور اس کے متخرجین میں مولانا شیخ الہند کا مقام مخفی نہیں وہ تخمیناً چالیس برس مدرسہ چلاتے رہے ہیں۔ ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ دیوبند نے جس قدر طالب علم یوپی میں پیدا کئے اس کے بعد اس نے اپنے طالب علم سب سے زیادہ افغانستان اور اس کے دونوں طرف باغستان اور ترکستان میں پھیلائے ہیں۔

(د) مولانا شیخ الہند کی خاص تربیت کا نتیجہ تھا کہ ہم کابل میں سات سال حکومت کا اعتماد حاصل کرکے رہ سکے۔ ہمارا خیال ہے کہ جمعیۃ الانصار اور نظارت المعارف میں اگر ہم کام نہ کرچکے ہوتے تو ہمارا کابل جانا محض بے کار ہوتا۔ جب ہمارا سلسلہ حضرت شیخ الہند کی حکومت سے ہمیں بغیر پروگرام کے کابل جانا پڑتا ہے۔ پھر حکومت افغانی کے توسط سے ہمیں ہدایات مل جاتی ہیں۔ ہم یا حصر یہ کہہ سکتے ہیں کہ امام عبدالعزیز سے مولانا شیخ الہند تک ہمارے تمام اکابر ایک سلسلہ میں کام کرتے رہتے ہیں۔

سراج الہند امام عبدالعزیز دہلوی

امام عبدالعزیز بستان المحدثین میں موطا کا تذکرہ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔ حضرت شیخنا وقدوتنا فی کل العلوم والامور شیخ ولی اللہ قدس سرہ۔ گویا وہ اپنے تمام علمی اجتماعی سیاسی امور میں اپنے والد ماجد کے مقتدی ہیں۔

۱۔ جو انقلاب امام ولی اللہ اپنے زمانہ میں خواص سے مکمل کرانا چاہتے تھے۔ وہ اگر نہیں ہوسکا تو اسی مقصد کو امام عبدالعزیز اپنے حالات زمانہ کے مطابق عوام سے پورا کرنا چاہتے ہیں۔ نصب العین میں کوئی فرق نہیں آیا۔

۲۔ امام ولی اللہ کے شروع زمانہ میں یہ خیال صحیح تھا کہ دہلی کی سلطانی حکومت کو تسلیم کرکے امراء کے ذریعہ سے خیر القرون کے نمونہ کا پروگرام جاری کیا جائے۔ مگر امام عبدالعزیز کے زمانہ میں سلطانی حکومت اتنی کمزور ہوچکی تھی کہ داخلی خارجی سارے نظام بدلنے کے سوا کام نہیں چل سکتا تھا۔ اس لئے انہوں نے ہند کے دارالحرب ہونے کا فتویٰ دیا۔

(الف) اس کامل انقلاب کے لئے عوام مسلمانوں کو تیار کرنا امام عبدالعزیز کا خاص کارنامہ ہے۔ انہوں نے عوام کو سیدھا مخاطب کرنا شروع کیا۔ ہندوستانی زبان میں علوم دینی کا ترجمہ امام عبدالعزیز کے اصحاب کا کام ہے۔

(ب) امام ولی اللہ نے جس قدر تصانیف لکھی تھیں وہ فقط اعلیٰ طبقہ کے کام آتی ہیں۔ ان کے طالب یا امراء ہیں یا اعلیٰ درجہ کے اہل علم یا کامل المعرفت صوفیائے کرام۔ مگر امام عبدالعزیز شرف وعقل کی عام فہم چیزیں نقلی علوم کی تفسیر میں استعمال کرتے ہیں۔ گویا اپنے والد کے علوم کو عوام کی زبان میں لکھتے ہیں۔ تفسیر فتح العزیز کو فتح الرحمٰن سے اور تحفہ اثنا عشریہ کو ازالۃ الخفاء سے ملا کر پڑھیے

(ج) ہمارا خیال ہے کہ الصدر الشہید مولانا محمد اسمٰعیل الصدر الحمید مولانا محمد اسحٰق الصدر الحمید مولانا محمد یعقوب بلکہ امام اہل العقل مولانا رفیع الدین اور امام اہل النقل مولانا عبدالقادر سے اگر کوئی اجتماعی کام بن پڑا ہے۔ تو اسے امام عبدالعزیز کے نامہ اعمال میں لکھنا چاہیئے۔

(د) الامیر الشہید کے مبایعین سب کے سب ان سے بیعت کرتے ہیں۔ تو امام عبدالعزیز کے طریقہ میں بیعت کرتے ہیں۔

ہمارا خیال ہے کہ امام عبدالعزیز کے لئے یہی ایک کمال کفایت کرتا ہے کہ ان کی تربیت سے ہندوستانی مسلمانوں میں سے عوام بھی اپنی سلطنت سنبھالنے کے قابل ہو گئے۔

الصدر الشہید مولانا محمد اسمٰعیل الدہلوی روح الانقلاب

مولانا شہید فرماتے تھے کہ میرا اس سے زیادہ کوئی کمال نہیں کہ میں اپنے دادا کی بات سمجھ کر اسے اپنے موقعہ پر بٹھا دیتا ہوں۔

۱- (الف) عبقات کے پہلے اشارہ میں شیخ اکبر اور امام ربانی کے مسالک وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کا فرق واضح کر کے ہر ایک فکر کے فوائد ضبط کرنے کے بعد امام ولی اللہ کو دونوں بزرگوں سے بلند ثابت کیا ہے۔

(ب) صراط مستقیم میں الامیر الشہید کے مکشوفات اور ملفوظات لکھتے ہیں۔ مگر امام ولی اللہ کی اصطلاحات سے تطبیق دینے کے بعد گویا وہ ہر ایک امام کو امام ولی اللہ کی میزان پر تولنے کے بعد قبول کرتے ہیں۔

۲-الف، امام ولی اللہ نے خیر القرون کے علوم تحریر کئے ہیں اور خواص کو پڑھایا اس کے بعد امام عبدالعزیز نے خواص کو تعلیم دیکر انہیں عوام کی تعلیم کا واسطہ بنایا۔ الصدر الشہید نے ہند کی مرکزی سوسائٹی (دہلی) کو ان علوم سے رنگین بنایا۔

(ب) ہمارا خیال ہے کہ اگر الصدر الشہید کے ساتھیوں کی خدمات مقبول نہ ہوتیں تو امام ولی اللہ کے علوم پر دو سو برس بعد بحث کرنا ناممکن ہو جاتا اسی انقلابی روح نے ان علوم کو زندہ کر دیا ہے۔

۳- ہمارا خیال ہے کہ الصدر الشہید کو اگر خلافت کبریٰ سونپی جاتی تو واسے فاروق اعظم کی طرح چلاتے امیر شہید نے انہیں خدمت خلق پر اپنے اسوۂ حسنہ سے لگایا تو وہ گھوڑوں کے لئے گھاس کھودتے تھے

۴- ان کی کتاب تقویۃ الایمان میں کرا ہتدا یا الاسلام کا واسطہ بنی ہے اس لئے وہ میرے مرشد اور امام ہیں

امام محمد اسحٰق الدہلوی الصدر الحمید نائب الامیر الشہید

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں مولانا محمد اسحٰق دہلوی مہاجر رحمتہ اللہ علیہ کہ تمام ہندوستان کے علماء، محدثین کے استاد و استادزادہ نواسہ و شاگرد و خلیفہ مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کے ہیں (فتاویٰ رشیدیہ)

۱-الف) ایک انقلابی تحریک میں پہلا درجہ ہے سوسائٹی میں انقلاب کے لئے عقلی نظام (فلسفہ) سوچنا اس درجہ کو ہم امام ولی اللہ پر منحصر مانتے ہیں۔

(ب) اس کے بعد دوسرا درجہ اس کے پروپیگنڈے کا ہے۔ پروپیگنڈہ کی کامیابی پر پارٹی کا نظام بنتا ہے جو اپنے ممبروں پر حکومت پیدا کرتا ہے (یعنی خلافت باطنہ) اس درجہ کو ہم امام عبدالعزیز کا کمال مانتے ہیں۔

(ج) اس کے بعد تیسرا درجہ دوسری پارٹیوں سے مقابلہ کر کے ان کے مقبوضات فتح کرنا ہے۔ اس سے انقلابی حکومت (خلافت ظاہرہ) پیدا ہوتی ہے۔ ہم امام ولی اللہ کی تحریک میں یہ درجہ امیر شہید اور ان کے رفقا میں محدود کر دیتے ہیں۔

۲- پارٹی کا نظام مستقل ہوتا ہے حکومت کبھی بنتی ہے کبھی ٹوٹتی ہے۔ پارٹی کا وجود اس وقت تک سالم مانا جاتا ہے۔ جب تک اس کی اساسی مصلحت قائم کرنے والی جماعت فنا نہیں ہوتی

(الف) اس فرق کو واضح کرنے کے لئے ہم نے امیر اور امام کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ ہم

امام عبدالعزیزؒ کے بعد پارٹی کے نظام کا محافظ امام محمد اسحٰق کو مانتے ہیں۔ اور حکومت میں امیرالمؤمنین سید احمد الشہید ہیں۔ اس معاملہ میں امام محمد اسحٰق ان کے ایک نائب ہیں۔

(ب) یورپ کی سیاسی پارٹیوں میں نظام کا محافظ ایک بورڈ ہوتا ہے اسے ڈسپلن یا انضباط کا نام دیا جاتا ہے۔ اس بورڈ کا حکم پارٹی کے سب ممبروں پر نافذ ہوتا ہے اور حکومت چلانا وزراء کا کام ہے۔ اسی انداز پر ہم نے بالاکوٹ میں حکومت کا خاتمہ ایک حد تک مان لیا ہے مگر ہم پارٹی کے نظام کو دہلی میں محفوظ مانتے ہیں۔

(ج) امام محمد اسحٰق نے مکہ معظمہ ہجرت کرلی۔ بظاہر وہ اپنے کام سے معطل ہو گئے۔ مگر ایسا نہیں سمجھنا چاہیئے اگر وہ مکہ معظمہ میں ہندوستانی کام جاری نہ رکھتے تو کمپنی بہادر ان کی جاگیر کیوں ضبط کرتی اور بمبئی سے ایسے ہندوستانی کیوں بھیجے جاتے جو انہیں وہابی ثابت کرکے حجاز سے نکلوانا چاہتے تھے مگر قدرتی اتفاقات سے وہ بچ گئے، اس زمانے کا شیخ الحرم ایک ہندوستانی مہاجر کا بیٹا تھا اور خاندان شاہ عبدالعزیزؒ کا شاگرد اور مرید ہے۔ اس لئے شیخ الحرم کے توسط سے ترکی حکومت نے اپنے گھر میں ایک طرح نظر بند کردیا، وہ مسجد حرام میں نماز پڑھتے تھے مگر کسی کو پڑھا نہیں سکتے تھے اس قسم کی زندگی ہم کابل میں گزار چکے ہیں، اس لئے ہم مکہ معظمہ میں ان کے ملنے والوں سے بہت کچھ سمجھ سکتے ہیں۔

۳۔ الامیر امداد اللہ جو دیوبندی جماعت کے امام ہیں، امام محمد اسحاق کے خواص اصحاب میں سے تھے اس سے پارٹی کے نظام کا تسلسل ہم مولانا شیخ الہندؒ تک ثابت کرسکتے ہیں۔

صدر العمید مولانا محمد یعقوب الدہلوی

وہ اپنے بڑے بھائی کے ساتھ ان کے معاون بنکر کام کرتے رہے ہیں۔ امام محمد اسحٰق کی وفات کے بعد وہی امام عبدالعزیزؒ کی امانت کے محافظ رہے ہیں۔

۱۔ مولانا مظفر حسین ان کے خلیفہ تھے جو مولانا محمد قاسم اور سرسید دونوں کے تسلیم شدہ بزرگ ہیں۔

(الف) نواب صدیق حسن خاں نے روایت حدیث کی اجازت مولانا محمد یعقوب سے حاصل کی ہے۔

(ب) الامیر امداد اللہ نے مولانا محمد قاسم کو صلوٰۃ کا احسانی طریقہ مولانا محمد یعقوب سے تلقین کرایا۔

۲۔ ان کی وفات سے پہلے مدرسہ دیوبند کے بانی ان کی امانت سنبھالنے کے لئے تیار ہو چکے تھے

یاد رہے کہ مولانا مظفر حسین نے ہی مولانا محمد قاسمؒ کو منبر وعظ پر بٹھلایا تھا۔

امام ولی اللہ کی تحریک کا مستقل مرکز ان کے اتباع کے ہاتھ میں رہا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک محدود وقت تک ان کی اولاد بھی مرکزیت کی مالک رہی ہے لیکن ان سے اوّل و آخر اتباع ہی برسرکار رہے ہیں۔ امام ولی اللہ کی زندگی میں ان کے سب سے بڑے معاون مولانا محمد امین کشمیری اور مولانا محمد عاشق پھلتی تھے، ان کی اولاد میں امام عبدالعزیز سب سے بڑے ہیں اور سب کے استاد امام ولی اللہ کی وفات کے وقت وہ بھی اپنی طالب علمی پوری نہیں کر سکے تھے۔ امام عبدالعزیز نے امام ولی اللہ کے انہیں خلفاء سے اپنی علمی تکمیل کر لی تھی۔

امام عبدالعزیز کے بعد تحریک کا مرکز اگرچہ پھر اتباع میں منتقل ہو گیا مگر اولاد کا دوسرا طبقہ بھی حصہ دار رہا ہے۔ اس طبقہ کے بعد تحریک کی مرکزیت اتباع کے مختلف احزاب میں تقسیم ہو گئی ہے

الامیر الشہید السید احمد قدس سرہٗ

امام عبدالعزیز کے بعد اتباع کا جو طبقہ تحریک کے مرکز کا مالک بنا ہے، ان کے امام امیر شہید ہیں، ان کی قوت کشفیہ نے عوام میں انقلابی لہر پیدا کر دی۔ امام عبدالعزیز کے تیار کردہ علماء کو اور عوام کو ایک پروگرام کا پابند بنانا امیر شہید کا کمال ہے۔ خدمت خلق اور اتباع سنت کے فطری اوصاف نے انہیں امامت اور امارت کے اعلیٰ رتبہ پر پہنچا دیا تھا۔

۱۔ امیر شہید کے ذاتی اوصاف اور کمالات میں ہم انہیں معصوم مان سکتے ہیں۔ ہماری تفتیش میں کئی صدیوں سے ان کی نظیر نظر نہیں آتی۔

(الف) ہم امام ولی اللہ کے علوم میں نقل عقل کشف کے تطابق کو ما بہ الامتیاز مانتے ہیں۔ ان سے متقدم شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے علوم میں عقل اور نقل کا تطابق پایا جاتا ہے، کشف سے وہ تعرض نہیں کرتے۔

(ب) امام ولی اللہ کے بعد اس درجہ کا کامل ہم فقط امام عبدالعزیزؒ کو مانتے ہیں، امام عبدالعزیز کے بعد ان کی مثل ہمیں کوئی نظر نہیں آتا، جس میں تینوں کمالات جمع ہو گئے ہوں۔

(ج) امام عبدالعزیز کے شاگردوں کے پہلے طبقہ میں امام رفیع الدین عقل و نقل کے جامع ہیں اور امام عبدالقادر کشف و نقل کے جامع، دوسرے طبقہ میں امام مولانا محمد اسمٰعیل شہید عقل و نقل کے

اول درجہ پر جامع ہیں اور مولانا عبدالحی عقل و نقل کے دوسرے درجہ پر۔

(د) مولانا عبدالحیؒ اور مولانا محمد اسمٰعیل کے قرآن السعدین کے ساتھ اگر کوئی کشف کا امام بھی مل سکے تو امام ولی اللہ کے وحدانی وجود کی دوسری مثال امام عبدالعزیز کے بعد اس اجتماع میں مل سکے گی۔

۲- ہمارا یقین ہے کہ امیر شہید اس قدر سلیم الفطرت تھے کہ ان کی قوت کشفیہ ہمیشہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق رہی ہے، انہیں خلاف سنت کبھی الہام نہیں دیا گیا، انہوں نے کافیہ تک کتابیں پڑھ لی تھیں۔ پھر قرآن عظیم کا ترجمہ اور صحاح کا درس شاہ عبدالقادر سے سنتے رہے اس طرح وہ کشف اور نقل کے جامع بن گئے۔

(الف) جادۂ قویمہ کی حکومت ہند میں پیدا کرنے کا عزم امیر شہید میں فطری تھا۔ اور خدمت خلق ان کا اخلاقی شعار ہے۔ جادۂ قویمہ حجۃ اللہ البالغہ اور مسوّٰی پر عمل کرنے کا نام ہے۔

(ب) امام عبدالعزیزؒ نے الامیر الشہید کے ساتھ الصدر السعید اور الصدر الشہید ان تینوں بزرگوں کے مجموعہ کو اپنا قائم مقام بناکر اپنے متبعین سے ان کا تعارف کرایا ہے جس سے وہ انقلابی سوسائٹی کا مرکز بن گئے۔ یاد رہے کہ اسی سوسائٹی کے ایک رکن الصدر الحمید کو اپنے ساتھ رکھا جو انقلاب کی مرکزی روح کی محافظت کرے گا۔

(ج) یوسف زئی کے علاقہ میں پہنچکر جب امیر شہید امیر المومنین مانے گئے اور ہند میں امام ولی اللہ کے اتباع نے اس امارت کو تسلیم کرلیا تو وہ حکومت کے مالک ہو گئے۔

۳- حکومت کی مصلحت میں ہماری تحقیق حزب کی آمریت (پارٹی کی ڈکٹیٹرشپ) تو مان سکتی ہے مگر کسی فرد کے ڈکٹیٹر بننے کو ہم قبول نہیں کرسکتے۔ اسے ہم شاورھم فی الامر کے خلاف سمجھتے ہیں۔ س کی تشریح ابو بکر رازی کے احکام القرآن میں ملے گی حجۃ اللہ البالغہ کے بعد اگر کسی کتاب نے ہماری یاسی بصیرت بڑھائی ہے تو وہ یہی کتاب ہے۔

(الف) ہم اس حکومت کو حکومت موقتہ کہتے ہیں۔ ہمارا مطلب یہ ہے کہ لاہور فتح کرکے یہ حکومت دہلی پہنچتی ہے تو مستقل حکومت کا فیصلہ اس وقت ہوگا یا تو شاہ دہلی اس انقلابی حکومت کے رئیس کو وزیر اعظم مان لیتا اور ان کی پارٹی پارلیمنٹ (مجلس شوریٰ) بن جاتی دوسری صورت میں

یعنی اگر شاہ دہلی اس حکومت کو تسلیم نہ کرتا تو اسے معزول کر کے اس حکومت کا رئیس ملک کا حاکم ہوتا اور اس کی پارٹی اپنا قانون نافذ کرتی۔

(ب) کیا امام عبدالعزیز کا خلیفہ دہلی کو بھول سکتا ہے جس کو وہ حرمین اور قدس اور نجف کے بعد ساری دنیا سے افضل مانتے ہیں۔

(ج) مقامات طریقت جس سے سوانح احمدیہ کا مصنف بھی نقل کرتا ہے۔ ہم نے مکہ معظمہ میں دیکھی ہے اس میں ایک واقعہ مذکور ہے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے وکیل نے امیر شہید سے پوچھا کہ اگر مہاراجہ اسلام قبول کرے تو آپ کی حکومت ہمارے ساتھ کیا معاملہ کرے گی، امیر شہید نے جواب دیا کہ مہاراجہ بادشاہ ہوں گے اور میں اپنی بیٹی ان سے بیاہ دوں گا محض دینی معاملات میں اس وقت تک اس کا نائب رہوں گا جب تک وہ شریعت کا حکم چلانا سیکھ لیں (او کما قال) یہ وہ اساس ہے جس پر ہم امیر شہید کی حکومت کو حکومت موقتہ کہنا جائز سمجھتے ہیں۔

(د) مقالات طریقت میں مذکور ہے کہ امیر شہید کے اصحاب میں سے ایک مجاہد عالم جو پہلے بھی حاکم لاہور سے مل چکا تھا بالاکوٹ کے معرکہ میں گرفتار ہو کر لاہور آیا حاکم نے اس مجاہد سے پوچھا اب خلیفہ کہاں ہے اس عالم نے جواب دیا میں خلیفہ ہوں۔ ہم امام ولی اللہ کی تحریک کو ساوات اور جمہوریت کا نمونہ مانتے ہیں اس لئے ہم مسلم اور غیر مسلم سے اس کا تعارف کراتے ہیں۔

۴۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ اس وقت کی حکومتیں امیر شہید کی تحریک کو ناکام بنانے میں حصہ لیتی رہی ہیں۔

(الف) یہ حکومتیں حکومت لاہور سے ساز باز کر کے امیر شہید اور حکومت لاہور کو مصالحت کا موقعہ نہیں دیتی تھیں۔

(ب) جن مسلمانوں کو امام ولی اللہ کی تحریک سے مذہبی مخاصمت ہے۔ جیسے شیعہ اور جہاں اہل سنت ان کے توسط سے امیر شہید کی جماعت میں انتشار پیدا کراتی ہے۔ اس کی بعض مثالیں ہمیں مولانا حمیدالدین مرحوم نے بتلائیں۔

(ج) جب سوانح احمدیہ کے مصنف جیسا فدائی کسی اثر سے امیر شہید کی پوزیشن بیان کرنے میں اور ان کی مقصد کی تعیین میں صریح غلط بیانی اختیار کر سکتا ہے تو بعض عرب رہنماؤں کے ذریعے

ایسا پروپیگنڈہ کیوں ناممکن سمجھا جاتا ہے جس کے اثر سے تحریک اپنے اصلی مرکز سے منقطع ہو جائے اور جمہور کارندے قبل از وقت بلند پروازی کو اپنا مقصد قرار دیں کیا اس طرح دوستی کے لباس میں اسے ناکام نہیں بنایا جاتا۔

(د) امیر شہید کی تحریک کو جاہل افاغنہ کے رہنماؤں سے جس قسم کا نقصان پہنچا ہے اس کے مطالعہ کے لئے سید جمال الدین افغانی کی تاریخ افاغنہ (عربی) اور امیر حبیب اللہ خاں کی لکھوائی ہوئی تاریخ افغانستان فارسی کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

(۵) (الف) آخر میں ہم دوبارہ امیر شہید کے متعلق اپنا عقیدہ صاف صاف بیان کرتے ہیں۔ ہم امیر شہید کو ایک معصوم امام مان سکتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ مولانا شہید انہیں اسی طرح منوانا چاہتے ہیں۔

(ب) مگر جس وقت ہم انہیں امارت کی ذمہ داری سپرد کرتے ہیں تو اجتماعی غلطیوں کی مسئولیت سے انہیں مبرا ثابت نہیں کریں گے۔ ورنہ اس نادر مثال سے تحریک کی آیندہ ترقی میں استفادہ نا ممکن ہو جائے گا۔

الامیر ولایت علی صادقپوری کی جماعت صادقہ

جب کوئی امیر میدان جنگ میں شہید ہو جائے تو بقیۃ السیف مجاہدین کے لئے ضروری ہے کہ اپنا امیر انتخاب کریں۔ معرکہ بالاکوٹ کے بعد اس قسم کی امارت مولانا ولایت علی کے خاندان میں منحصر ہو گئی۔

۱۔ ہم اس امارت کو ایک مستقل پارٹی مانتے ہیں، جو امام ولی اللہ کی تحریک میں پہلی امارت کی راکھ سے پیدا ہوئی۔ اس پارٹی کی عظمت کا ہم اعتراف کرتے ہیں۔ مگر نہ تو ہم کبھی اس پارٹی کے ممبر بنے اور نہ اس کی دعوت دینا کبھی ہمارا مقصد رہا ہے۔

۲۔ (الف) ہم اس پارٹی کے مجاہدین کے ساتھ ان کے مختلف مرکزوں میں کافی زمانہ تک ملتے رہے ہیں۔ اس پارٹی کے بہت سے راز ہمیں معلوم ہیں مگر وہ ایک امانت ہے ہم اسے افشا نہیں کر سکتے لیکن اس قدر تصریح میں عیب نہیں کہ ہماری ذہنیت اس اجتماع کا جزو بن کر مطمئن نہیں رہ سکتی

(ب) ہمارے دیوبندی رفقاء کو یاغستان میں اور ہمیں وکیل مجاہدین چمرقند کے ساتھ کابل میں ساتھ مل کر کام کرنے کا تجربہ ہے۔ ہم لوگ ایک دوسرے کے تعاون و تناصر سے کبھی دست کش

چیں ہوئے۔ لیکن ایک پارٹی کے ممبر سمجھ کر ہمیں کسی نے قبول نہیں کیا۔ نہ حکومت کابل نے نہ کسی بیرونی سیاسی جماعت نے، یہ وہ اساس ہے جس پر ہم دونوں پارٹیوں کا علیحدہ علیحدہ تعارف کرانا ضروری سمجھتے ہیں ورنہ ہم اپنا کام آگے نہیں بڑھا سکتے۔

۳۔ الف) نواب صدیق حسن خاں نے جس اربعین کا ذکر کیا ہے وہ ہم نے دیکھی ہے وہ خرافات کا مجموعہ ہے۔ اس میں اس قسم کے الفاظ بھی مرفوعاً موجود ہیں کہ امام مہدی ہند کے شمال مغربی کوہستان سے نکلے گا۔ وہ پنجاب کے کسی غیر معروف مطبع میں چھپی ہے اور خاص لوگوں میں تقسیم ہوتی ہے ہمیں معلوم ہے کہ اس وقت کے امیروں نے اس کی اشاعت ممنوع قرار دے رکھی ہے

(ب) غالباً مولانا ولایت علی صاحب نے اپنے رسائل تسعہ میں امیر شہید کو مہدی متوسط قرار دے کر ان کی غیبت کا ذکر کیا ہے۔

ج۔ امیر ولایت علی کے رفیق مولانا عبدالحق کا ترجمہ سلسلۃ العسجد میں دیکھنا چاہیئے کیا نواب صاحب ان کی زیدیت یا تشیع سے ناواقف ہیں۔ ہم نے ایک رسالہ دیکھا ہے، جو شاہ زمانے کی دہلی میں چھپا ہے۔ اس میں مولانا محمد اسحق اور سید محمد علی رامپوری کے بعض بیانات بھی موجود ہیں۔ اس میں لکھا ہے کہ امیر شہید نے مولنا عبدالحق کو اپنی جماعت سے خارج کر دیا تھا۔ وہ رسالہ مکہ معظمہ میں مولانا احمد سعید کے خاندانی کتب خانہ میں موجود ہے اس پر مولانا عبدالغنی کی مہر ہے۔

(د) جب سے اس پارٹی میں امام عبدالعزیز کے طریقے سے انکار کا غلو پھیلا ہے عوام میں ایک طبقہ ائمہ فقہا پر سب و شتم کرنے والا بھی پیدا ہو گیا ہے۔ انہی لوگوں کو چھوٹا رافضی کہا جاتا ہے حاشا وکلا اس پارٹی کے کسی محترم رکن کو اس قسم کا الزام نہیں دیا جا سکتا۔ ہم نے سرحدی مراکز میں امیروں کو حنفی طریقہ پر نماز پڑھتے دیکھا ہے ہم سے کہا گیا کہ یہ اس خاندان کا متوارث طریقہ ہے۔

الامیر امداد اللہ کی دہلوی جماعت

مولانا اسحق کو ہم ان کے جد امجد کی تحریک کا ایسا امام مانتے ہیں جن کے متعلق الہامی پیشین گوئی اس خاندان میں متوارث ہے یعنی ہم امام محمد اسحق کو اس تحریک کی علمی اور سیاسی مصلحت کا

محافظ مانتے ہیں۔ اور حکومت کا ایک نائب امیر اس لئے امیر کی شہادت کے بعد وہ ایک امیر بن جائیگا
سیاسیات میں اگر کسی جماعت کا امام محمد اسحٰق سے تعلق ثابت ہو جائے تو ہم اسے امام
ولی اللہ کی تحریک میں ایک مستقل پارٹی تسلیم کرانا چاہتے ہیں۔ ہمیں اس سے بحث نہیں کہ اس تفریق
کا باعث ہم بنتے ہیں یا ہمارے مقابل یہ بحث دوسرے درجہ کی مانتے ہیں۔

(۱) (الف) الامیر امداد اللہ کا تعلق امام محمد اسحٰق سے اولاً و آخراً ثابت ہے۔ شروع میں امیر امداد اللہ مولانا محمد اسحٰق کے مدرسہ میں طالب علمی کرتے رہے۔ اسی زمانہ میں مولانا محمد اسحٰق کے داماد اور خلیفہ مولانا نصیرالدین سے کسب طریقہ کیا۔ یہ وہی مولانا نصیرالدین ہیں جنھیں مجاہدین نے بالاکوٹ میں پہلا امیر بنایا تھا۔ ان کی جگہ پر آگے چل کر مولانا ولایت علی کا خاندان آیا ہے۔

(ب) امام محمد اسحٰق جس سال وفات پاتے ہیں۔ اسی سال امیر امداد اللہ حج کے لئے گئے امام محمد اسحٰق نے اپنے طریقہ کی خاص ہدایتیں دیکر انہیں ہندواپس بھیجا یہ بھی روایت ہے کہ انہیں یہ پیشین گوئی بھی سنائی کہ ایسا وقت آئے گا جب تم مکہ معظمہ میں بیٹھکر کام کروگے۔

(ج) امیر امداد اللہ شیخ نور محمد جھنجھانوی کے خلیفہ ہیں۔ اور وہ شاہ عبدالرحیم افغانی کے یہ دونوں حضرت امیر شہید کے نامور خلفاء میں سے ہیں۔ شاہ عبدالرحیم تو بالاکوٹ میں شہید ہوئے ہیں۔

(د) الامیر امداد اللہ کے رفقاء میں حکیم ضیاء الدین رامپوری[1] ہیں جو مولانا شہید کے خواص اصحاب میں تھے ان کا ذکر سوانح احمدیہ میں موجود ہے۔

۲۔ مولانا مملوک علی دہلی کالج کے مدرس تھے۔ دیوبندی تحریک کے اکثر اساتذہ مولنا مملوک علی کے شاگرد ہیں۔ جس سال مولانا محمد اسحٰق مکہ معظمہ پہنچے اسی سال وہ حج کو گئے مولانا محمد یعقوب نے سوانح مولانا محمد قاسم میں کسی خاص مقصد کو ملحوظ رکھ کر اس کا اجمالی ذکر کر دیا ہے۔

(الف) مولانا محمد اسحٰق اور مولانا یعقوب کی جاگیر سے جو روپیہ حاصل ہوتا تھا اس کا انتظام ایک جماعت کے ہاتھ میں رہا ہے۔ اس میں مولانا مملوک علی اور مولانا مظفر حسین خاص حیثیت رکھتے تھے۔

(ب) مکہ معظمہ سے واپس آکر الامیر امداد اللہ بھی اسی سوسائٹی میں شامل ہو گئے۔

(ج) یہ سوسائٹی مولانا ولایت علی کی جماعت سے علیحدہ مانی جاتی تھی چنانچہ یہ روایت بھی موجود ہے کہ جب مولانا ولایت علی سرحد کو گئے تو مومن خاں نے مولانا امداد اللہ سے دریافت کیا کہ آپ

[1] رامپور منہیاران

کی نظر (کشفی) میں انہیں کامیابی ہوتی نظر آتی ہے۔ مولانا امداد اللہ نے نفی میں جواب دیا اس پر مومن خاں خفا ہو گئے۔ مولانا امداد اللہ نے معذرت کی کہ اگر آپ نہ پوچھتے تو ہم کچھ نہ کہتے۔

(د) ان لوگوں کے متبعین کو ہم امام محمد اسحٰق کی دہلوی پارٹی کہتے ہیں جس کے رہنما الامیر امداد اللہ تھے

مولانا شیخ الہند کی دیوبندی جماعت یا مولانا محمد قاسم کے اتباع

سقوط دہلی کے بعد اس دہلوی پارٹی کے افراد منتشر ہو گئے یہاں تک کہ الامیر امداد اللہ مکہ معظمہ پہونچے اور مولانا محمد قاسم بھی نام بدل کر حج کے لئے نکلے مولانا محمد یعقوب کے مکتوبات میں اس سفر کا پورا تذکرہ موجود ہے۔

۱۔ امیر امداد اللہ نے مکہ معظمہ میں فیصلہ کیا کہ امام عبدالعزیز کے مدرسہ کی طرح دہلی سے باہر مدرسہ بنایا جائے اور امام محمد اسحٰق کے طریقے پر نئی جماعت تیار کی جائے۔

(الف) مولانا محمد قاسم نے چند سال محنت کر کے دیوبند میں مدرسہ بنایا۔

(ب) ہم جہاں تک سمجھے ہیں اس جماعت کے اولین موسس امیر امداد اللہ اور ان کے دو رفیق مولانا محمد قاسم اور مولانا رشید احمد ہیں۔ امیر امداد اللہ کے سوا اس اجتماع کے ربط کو زیادہ مضبوط کرنے والے مولانا مملوک علی اور مولانا عبدالغنی بھی ہیں۔

ج۔ اس جماعت کے امتیازی اوصاف میں ہم وحدۃ الوجود، حنفی فقہ کا التزام، ترکی خلافت سے اتصال، تین اصول معین کر سکتے ہیں جو اس جماعت کو امیر ولایت علی کی جماعت سے جدا کر دیتے ہیں۔

۲۔ مدرسہ دیوبند کی سالانہ روئداد مسلسل ملتی ہے۔ مولانا محمود حسن کی طالب علمی اور پھر مدرسی پھر صدارت اور اپنے مشائخ ثلثہ کی خلافت، پھر شیخ الہند بننے کے واقعات مشہور و معروف ہیں۔

دیوبند کے ایک نومسلم طالب علم کا مولانا شیخ الہند سے تعلق

۱۔ میں چاہتا ہوں کہ حضرت مولانا شیخ الہند سے اپنا تعلق واضح کر دوں۔ غالباً پچاس برس سے زیادہ عرصہ گزرا کہ میں نے بتوفیقہ تعالیٰ مدرسہ دیوبند کی طالب علمی سے فارغ ہو کر امام ولی اللہ کی حکمت و سیاست کے تدریجی مطالعہ کو اپنا مقصد حیوٰۃ بنایا۔ یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس سارے سفر میں میری رہنمائی حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن کے ارشاد سے ہوتی رہی۔

(الف) اس سفر کی پہلی منزل ہم نے سات سال میں طے کی ہے۔ میرا یہ وقت سندھ میں گزرا۔

مولانا محمد قاسم کے نظریات سے شروع کر کے مولانا محمد اسمٰعیل شہید مولانا رفیع الدین امام عبدالعزیز کے توسط سے امام الائمہ امام ولی اللہ کی حجۃ اللہ البالغہ تک ہم پہنچ گئے۔

(ب) ہمارے دل میں اس کتاب کے مطالب کا آہستہ آہستہ یقین اور پھر یقین میں رسوخ پیدا ہوتا رہا اس سے ہم کتاب و سنت کو اطمینان سے سمجھنے کے قابل ہو گئے۔ طالب علموں کی کئی جماعتوں کو ہم نے حجۃ اللہ پڑھائی اس کے بعد ہمیں موقعہ ملا کہ حضرت شیخ الہند سے اس کتاب کے بعض اسباق سُنے اسی زمانہ میں میں نے مولانا محمد قاسم کا رسالہ حجۃ الاسلام مولانا شیخ الہند سے سبقاً سبقاً پڑھا۔

ج۔ اس میں مبالغہ نہ سمجھا جائے کہ ہمیں حضرت شیخ الہند کے علمی مقام کی حقیقت اس کے بعد کسی قدر نظر آنے لگی۔ وہ بظاہر تو قاسمی سیرت کے نمونہ تھے۔ مگر باطن میں امام ولی اللہ کی حکمت کے متبحر ترجمان نظر آنے لگے۔ دیکھئے شیخ الہند اپنے موضح فرقان کے مقدمہ میں امام ولی اللہ کا نام کس کس مزے سے لیتے ہیں۔

حجۃ اللہ علی العالمین شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ۔

۲۔ حجۃ اللہ البالغہ کے اصول سمجھنے میں ہمارے لئے مولانا محمد قاسم کی کتابیں بہت مفید ثابت ہوئیں۔ ہم نے بچپن میں اسکول میں تعلیم پائی۔ ہماری ذہنیت ریاضی سے بہت مناسبت رکھتی تھی۔ آریہ سماج اور عیسائیوں کے مقابلہ میں مولانا محمد قاسم جو کچھ لکھتے ہیں۔ اور شیعہ کے شبہات کا جس طرح ازالہ کرتے ہیں۔ اسے میں خوب سمجھا۔ اس نے میرے ذہن کو عام اہل علم سے علیحدہ ہو کر عقلی مسائل کو محض مولانا محمد قاسم کے طریقہ پر سوچنے کے لئے طیار کر دیا۔

(الف) مولانا محمد قاسم محدود مسائل پر بحث کرتے ہیں۔ اور مجھے قرآن عظیم اور صحاح کی ہر ہر حدیث کو اسی طرح سمجھنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اسی طرح میری پیاس مجھے امام ولی اللہ کے اتباع سے مانوس بناتی رہی۔ آہستہ آہستہ ان کے مخالف علماء کے نظریات سے انکار بھی پیدا ہونے لگا۔

(ب) مولانا محمد قاسم کے نظریات میں رسوخ کا پہلا فائدہ ہمیں یہ ملا کہ حجۃ اللہ البالغہ کے اصول سمجھنے سمجھانے میں ہم نے (۱) سر سید اور ان کے رفقاء کی تحریریں، (۲) مولانا محمد حسین بٹالوی اور اُن کی جماعت کی کتابیں (۳) قادیانی تحریک کی تالیفات اپنے سامنے رکھیں۔ اس طرح اپنے دیوبندی رفقاء کی طرح اپنے خاص فرقے کے معلومات میں محدود نہیں رہے۔

ج۔ ہماری تحقیق میں متکلمین کی یہ جماعتیں دیوبندی اکابر کے سوا امام ولی اللہ کے تمام اصول تسلیم نہیں کرتیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ہم دیوبندی جماعت (اتباع مولانا محمد قاسم) کی حکمت اور سیاست کو امام ولی اللہ کی حکمت وسیاست کا مقدمہ بناتے ہیں۔

(د) جس قدر عرصہ ہم ہند میں علمی کام کرتے رہے دارالرشاد (سندھ) جمعیۃ الانصار (دیوبند) نظارۃ المعارف دہلی میں ہمارا مرکزی فکر حجۃ اللہ البالغہ ہی رہی۔ اس کے بعد بیرونی سیاحت کے مختلف مقامات کابل، ماسکو، انقرہ، روما، لوزان میں بھی ہم نے حجۃ اللہ البالغہ کے عقلی اصول سے باہر جانا پسند نہیں کیا۔

(ھ) مکہ معظمہ میں بیٹھ کر ہم نے اپنا پروگرام بنالیا کہ ان تبدیل شدہ حالات میں ہم کس طرح اپنے مسلک پر قائم رہ سکتے ہیں۔ یورپین فلاسفی اور ہندو فلاسفی کے ماہرین سے ہم ولی اللہ فلاسفی کا کس طرح تعارف کرا سکتے ہیں۔ ہم اس راستہ پر گرتے پڑتے قدم بڑھا رہے ہیں۔ اور اپنی ہر ایک غلطی کی اصلاح کے لئے ہر وقت آمادہ رہتے ہیں۔ لیکن امام ولی اللہ کی حکمت وسیاست کی جو انقلابی روح ہماری سمجھ میں آچکی ہے اس میں ایک ذرہ کا فرق بھی برداشت نہیں کر سکتے۔

(واللہ ھو المستعان وآخر دعوانا الحمدللہ رب العلمین)

---

*...... مولانا سندھی کا مطالعہ نہایت وسیع اور فکر حد درجہ عمیق تھا۔ نہ جانے وہ کہاں کہاں سے دانہ دانہ چن کر لاتے تھے اور ان سے ایک خرمن بناتے تھے۔ جتنا بولتے تھے، اس سے کہیں زیادہ ان کے دماغ اور حافظہ میں ہوتا تھا۔ یہ محض خوش اعتقادی نہیں، میرے ساتھ ایک جماعت کا مشاہدہ ہے اسی بنا پر بہت کچھ لکھنے کے باوجود مولانا کے افکار کے ابھی بہت سے گوشے اور پہلو ہیں، جو حرف و بیان سے آشنا نہیں ہو سکے۔

گماں مبر کہ بپایاں رسید کار مغاں
ہزار بادہ ناخوردہ در رگ تاک است

(مولانا سعید احمد ایم اے اکبرآبادی از مولانا سندھی اور ان کے ناقد)